نبی اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی پر مستشرقین کے اعتراضات کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

A Critical & Research Based Study of Accusations Leveled by the Orientalists against the Prophetﷺ's Matrimonial Life

ڈاکٹر منظور احمد*

عبید اللہ**

ABSTRACT

The life of the holy Prophetﷺ is open with each and every aspect in the search light of human history. Even his conjugal life has been preserved completely for the guidance of the believers. Some Orientalists tried to distort facts and present the Prophet ﷺ in such a way that the attraction of Islam be decreased in the eyes of non-Muslims and doubts be produced in the simple-minded Muslims. One of their prime targets has been the marriages of the holy Prophetﷺ which had purely religious, legal and socio-political reasons. Some Orientalists attacked the character of the Prophetﷺ by suggesting that he had a strong sexual desire, while others blamed that it was due to greed for worldly gains. Still others even invented dramatic stories about the polygamy of the Prophetﷺ. This article is a humble attempt to provide answers to these baseless charges, citing references from the Orientalists' original sources with historical facts, opinions of the Muslim thinkers and the teachings of the others renowned world religions which shows that the Orientalists' doubts are nothing but the outcome of their malice and hostile feelings. The weak foundations of the unethical and unsupported accusations have been exposed upon which the Orientalists tried to build the edifice of their arguments.

---

*اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی و اسلامیات گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسمٰعیل خان، پاکستان۔

**ایم فل سکالر (علوم اسلامیہ) قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی ڈیرہ اسمٰعیل خان، پاکستان۔

استشراق کے لغوی معنی ہیں شرق شناسی۔ یہ لفظ ایسے مغربی شخص کے لئے بولا جاتا ہے جو مشرقی علوم، زبانوں، تہذیب، مذاہب اور فلسفہ کے علوم سے وابستہ ہو۔ لیکن اصطلاحی طور پر اس سے مراد ہے وہ اہل مغرب جو مشرقی تہذیب و تمدن، اقدار و روایات، وسائل و کمال، تاریخ و ادب اور اسلامی علوم کا صرف اس غرض سے مطالعہ کریں کہ کس طرح مسلمانوں کے اعتقادات کو کمزور کیا جا سکتا ہے اور کیسے ان کے وسائل حیات پر قبضہ کر کے ان پر سیاسی غلبہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ سلسلہ ایک منظم تحریک کی صورت اختیار کر چکا ہے جسے تحریک استشراق کہتے ہیں اور اس تحریک سے وابستہ لوگ مستشرقین کہلاتے ہیں۔

دنیا کی معلوم تاریخ میں نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کوئی بھی ایسی شخصیت نہیں گزری جس کی زندگی کے تمام گوشے عیاں ہوں اور ان سے راہنمائی حاصل کی جا سکے۔ ہر عظیم شخصیت کی زندگی کا کوئی نہ کوئی گوشہ پردہ اخفاء میں ہے۔ لیکن نبی اکرم ﷺ کی زندگی کے تمام گوشوں کی طرح گوشہ خلوت بھی امت کی راہنمائی کے لئے من و عن موجود ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی ازدواجی زندگی کو دوسرے عالمی راہنماؤں کی طرح پوشیدہ کیوں نہیں رکھا۔ حالانکہ دنیا کی تمام عظیم شخصیات بالخصوص تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی عائلی زندگی دنیا کی نظروں سے اوجھل ہے یا پھر مبہم۔ چونکہ آپ ﷺ کی زندگی کا مقصد قیامت تک آنے والے انسانوں کو ہر شعبہ زندگی میں مکمل راہنمائی فراہم کرنا تھا اس لئے آپ ﷺ نے اپنی عائلی زندگی کو بھی دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ تاکہ بنی نوع انسان کو زندگی کے ہر موڑ پر آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے راہنمائی مل سکے۔ مستشرقین نے پیغمبر اسلام ﷺ کے کردار کو دھندلانے کی خاطر سیرۃ النبی ﷺ کے جن پہلوؤں کو ہدف تنقید بنایا ہے، ان میں نبی اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی بھی شامل ہے۔ مستشرقین کے ان اعتراضات کا مقصد حقائق کو مسخ کر کے نبی اکرم ﷺ کے کردار کی ایسی منظر کشی کرنا ہے کہ جس سے ایک طرف غیر مسلموں پر اسلام کی تاثیر کو کم کیا جا سکے تو دوسری طرف اعتراضات کی حقیقت سے ناواقف سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات کو جنم دیا جا سکے۔ علامہ شبلی نعمانی نے پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی پر مستشرقین کے اعتراضات کی فہرست میں کثرت ازواج اور میل الی النساء کو دوسرے نمبر پر ذکر کیا ہے[1]۔

پیغمبرِ اسلام کی تعدد ازواج پر مستشرقین کے اعتراضات کا ذکر کرتے ہوئے ایک مغربی مصنف یوں رقم طراز ہے:

"Muhammad's marriages have long provided another source of western criticism of the moral character of the prophet"(2).

(محمد (ﷺ) کی شادیوں نے کافی عرصہ تک مغربی ناقدین کو پیغمبر کے کردار پر تنقید کا ذریعہ مہیا کیا)۔

مستشرقین کا یہ خاصا رہا ہے کہ سیرۃ النبی ﷺ پر قلم اٹھاتے ہی اکثر اوقات ان کے قلم میں لغزش آجاتی ہے اور وہ انصاف کے تقاضوں کو پس پشت ڈال کر صرف ان حوالہ جات پر اکتفاء کرتے ہیں جو ان کے مخصوص مقاصد کے حصول میں مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ حقائق سے واقف مستشرقین بھی پیغمبر اسلام ﷺ کے طرز عمل کو غلط ثابت کرنے کی خاطر انصاف کا دامن چھوڑ دیتے ہیں اور ان کے قلم کا پورا زور حقائق کو مسخ کر کے اور واقعات کو پس منظر سے کاٹ کر پیش کرنے میں صرف ہو جاتا ہے۔ اسلام کے فلسفہ زوجیت اور اس پر معترضین کے اعتراضات کا جائزہ لینے سے قبل درج ذیل چند نکات کا ذہن نشین ہونا ضروری ہے:

- مستشرقین کی کثیر تعداد کا تعلق مغربی معاشرہ سے ہے اور وہ مشرقی اصولوں کے برخلاف ثقہ اور غیر ثقہ راویوں کی تمیز کے بغیر صرف ان ہی روایات کو لیتے ہیں۔ جو ان ہی کے مقاصد کے حصول کو ممکن بناتی ہیں۔
- بیشتر مغربی مصنفین صنف نازک سے متعلقہ امور کو مشرقی روایات کے برخلاف مغربی معاشرہ کے رومانوی انداز میں پیش کرتے ہیں۔
- تعدد ازواج کے حوالہ سے معترضین کے اعتراضات میں بغض و عناد کا عنصر شامل ہے کیونکہ دین عیسوی کی موجودہ شکل کثرت ازواج کی مخالف ہے۔
- اس موضوع پر مستشرقین کی زیادہ تعداد اپنے پیشرو مصنفین کی تحقیق کو کافی سمجھتی ہے اور پیشرو مصنفین کے ہی اعتراضات کو الفاظ کے ہیر پھیر سے پیش کیا جاتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی سے متعلق مستشرقین نے جو اعتراضات کئے ہیں ان میں سے چیدہ چیدہ مندرجہ ذیل ہیں:

مستشرقین کا پیغمبر اسلام ﷺ کی ازدواجی زندگی پر سب سے بڑا اعتراض تعدد ازواج سے متعلق ہے۔ تعدد ازواج سے مراد ہے کثیر زوجگی یعنی ایک مرد کے حرم میں کئی بیویوں کا ہونا۔ انگریزی میں

اسے polygamy کہا جاتا ہے۔ کثرت ازواج النبی ﷺ پر سب سے زیادہ اعتراض عیسائیت سے وابستہ مستشرقین نے کیے ہیں۔ جس کی چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں:

ولیم میور آپ ﷺ کے بارے میں لکھتا ہے:

"Mahomet was now going on to three-score years but weakness for the sex seemed only to grow with age and the attractions of his increasing harem were insufficient to prevent his passion from wandering beyond its ample limits"(3).

(اب محمد (ﷺ) کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی لیکن جنس مخالف کی طرف میلان کی کمزوری میں عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اضافہ ہو رہا تھا۔ آپ کے بڑھتے ہوئے حرم کی کشش آپ کو اپنی وسیع حدود کے تجاوز سے روکنے کے لیے کافی نہ تھی)۔

"ہسٹری آف اسلامک پیپل (History of Islamic People) کے مصنف لکھتا ہے:

"After the death of his first wife, Muhamed married some dozen wives; some out of love, some for reasons of state"(4).

(اپنی پہلی بیوی کی وفات کے بعد محمد (ﷺ) نے محبت اور ریاستی وجوہات کی بناء پر درجن بھر عورتوں سے شادیاں کیں)۔

منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) یوں رقمطراز ہے:

"We conclude, then, that virilocal polygyny, or the multiple virilocal family, which for long was the distinctive feature of Islamic society in the eyes of Christendom, was an innovation of Muhammad's. There may have been some instances of it before his time, but it was not widespread, and it was particularly foreign to the outlook of the Medinans"(5).

(ایک خاوند اور کئی بیویوں پر مشتمل گھرانہ جو مدتوں عیسائیوں کی نظروں میں اسلامی معاشرے کی خصوصی پہچان رہا، وہ محمد (ﷺ) کے ذہن کی اختراع تھی۔ ممکن ہے کہ آپ (ﷺ) سے پہلے اس کی چند مثالیں موجود ہوں لیکن یہ رسم عام نہ تھی۔ اور خصوصاً اہلِ مدینہ کے لیے یہ بات بالکل نئی تھی)۔

میکسم روڈنسن (Maxime Rodinson) اپنی کتاب ''Muhammad'' میں لکھتا ہے:

"The prophet was growing old. At the time of the expedition to Tabuk he must have been in his sixties. Even so, he had not lost his fondness for women"[6].

(محمد (ﷺ) کی عمر ڈھل رہی تھی۔ تبوک کی مہم کے وقت وہ ساٹھ برس کے تھے۔ پھر بھی اس نے عورتوں کے لیے اپنے شوق کو نہ چھوڑا)۔

درج بالا حوالہ جات سے نبی اکرم ﷺ کے تعدد ازواج سے متعلق مستشرقین کا نقطہ نظر بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ اس اعتراض کا مدلل جواب قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ نے اپنی کتاب " رحمت اللعالمین" میں انتہائی مفصل طور پر دیا ہے۔ انہوں نے مختلف مذاہب کی تعلیمات سے تعدد ازواج کو ثابت کیا ہے۔ ان کی تحقیق کے مطابق: "ہندو مذہب کے راہنما سری رام چندر کی اولاد مہاراجہ دسرت کی تین بیویاں، سری کرشن جو اوتاروں میں سولہ کلان سپورن تھے، کی سینکڑوں بیویاں تھی۔ مشہور پانڈوؤں کے جد اعلیٰ راجہ پانڈو کی دو بیویاں، راجا شنتن کی دو بیویاں، بچھتر ایرج کی دو بیویاں اور ایک لونڈی تھی۔ اسی طرح بنی اسرائیل کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کی تین، حضرت یعقوب اسرائیلؑ کی چار اور حضرت موسیٰؑ کی بھی چار بیویاں تھیں۔ حضرت داؤدؑ کی نو بیویاں اور حضرت سلیمانؑ کی 700 بیگمات اور 300 حرم تھے"[7]۔

فاضل مصنف کا اس تفصیل کے بیان کرنے سے مقصد یہ ہے کہ تعدد ازواج صرف نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں بلکہ یہ انبیاء سابقین اور خصوصا انبیاء بنی اسرائیل کی بھی سنت ہے۔ اسلئے تعدد ازواج کی وجہ سے پیغمبر اسلام ﷺ پر خواہش پرستی کا الزام بے بنیاد اور مبنی بر بغض و عناد ہے۔ کیونکہ اگر تعدد ازواج کسی کے خواہش پرست ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے تو یہ دلیل ان کے اپنے ہاں بھی بدرجہ اتم موجود ہے ۔ مستشرقین کا یہ رویہ صرف اور صرف اسلام دشمنی کی وجہ سے ہے۔ فاضل مصنف نے تعدد ازواج کے لئے ہندومت کا حوالہ دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ تعدد ازواج صرف الہامی مذاہب میں ہی نہیں ہے بلکہ یہ مشرقی روایات کا بھی حصہ ہے کیونکہ ہندومت ایک غیر الہامی مذہب ہے لیکن اس میں بھی تعدد ازواج کی اجازت موجود ہے اور اس مذہب کے اکابر نے اس اجازت پر عمل بھی کیا ہے۔

عبد القادر جیلانی اپنی کتاب "اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر" کے باب پنجم میں کثرت ازواج اور جنس سے متعلق عیسائیت کی بنیادی تعلیمات اور موجودہ عیسائیت کا ان تعلیمات سے روگردانی

کرنے کی پوری تفصیل لکھنے کے بعد نبی اکرم ﷺ کی ذات پر مذکورہ اعتراض کا مفصل جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مغرب میں یک زوجگی کا مستعار قانون رائج ہے۔ اسلام سے قبل تمام اشراف عرب کثرت ازواج پر عمل پیرا تھے۔ شریعت موسوی کی طرح زمانہ قبل از اسلام میں عرب معاشرہ میں ازواج کی کوئی حد مقرر نہیں تھی۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے تو اس کی حد مقرر کی اور چار بیویاں رکھنے کی مشروط اجازت دی۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو چار سے زائد بیویوں کو طلاق دینا پڑی۔ آپ ﷺ کی ایک وقت میں ازواج کی زیادہ سے زیادہ تعداد، کنیزوں کو ملا کر، دس تک پہنچتی ہے، جو سنت داؤدی سے مطابقت رکھتی ہے۔ آپ ﷺ نے 55 سال تک ایک ہی شریک حیات کے ساتھ وقت گزارا۔ اس عمر میں تو ایک خواہش پرست بھی اپنے جذبات پر پوری طرح قابو پالیتا ہے۔ اس عمر کے بعد شادیاں مصلحت، تالیف قلب اور علوئے مرتبت کی خاطر کی جاتی ہیں"(8)۔

یہودیت وعیسائیت کے پیروکاروں کے ساتھ ساتھ دہریہ مزاج مصنفین کے اسی نوعیت کے اعتراض کا جواب پیر کرم شاہ ازہری مصنف ضیاء النبی ﷺ نے بڑے خوبصورت، مفصل، مدلل اور منطقی انداز میں دیا ہے:

"مستشرقین ماہرین علوم شرقیہ ہیں تو کثرت ازواج کی وجہ سے ہندو اکابر پر تنقید کیوں نہیں کرتے حالانکہ سری کرشن جی کی سینکڑوں بیویوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ حضور ﷺ کی ازدواجی زندگی تو منہاج نبوت کے عین مطابق تھی۔ الہامی مذاہب کے پیروکاروں کا تعدد ازواج النبی ﷺ پر اعتراض کرنا غلط ہے کیونکہ ان کے اپنے اکابر اس پر عمل پیرا رہے ہیں اور ان لوگوں کو تو اعتراض کا حق حاصل نہیں ہے جو نکاح کی قید کو قبول ہی نہیں کرتے۔ تجرد عیسیٰ کی مثال سے تو عیسائیت کے بنیادی عقیدہ الوہیت مسیح کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو پوری عیسائی قوم کبھی بھی اس سنت عیسوی کو اپنی اجتماعی زندگی میں نافذ نہیں کر سکتی"(9)۔

پیر کرم شاہؒ کے مطابق مستشرقین کا مقصد علوم شرقیہ کا حصول نہیں بلکہ وہ تو صرف اسلام کا مطالعہ ہی برائے تنقید کرتے ہیں۔ اگر وہ ماہرین علوم شرقیہ ہوتے تو ان تمام مشرقی مذاہب پر اعتراض کرتے جو تعدد ازواج کے عقیدے پر یقین رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر طاہر القادری اپنی کتاب "سیرت سیدہ عائشہ صدیقہ" میں ان اعتراضات کے جواب میں لکھتے ہیں:

"اگر بقول ان کے حضور ﷺ کی تعدد ازواج کے پس پردہ نفسانی خواہشات کی تکمیل اور شہوت کی جبلت کارفرما ہوتی تو آپ ﷺ دوسری شادی ایک ایسی خاتون سے نہ کرتے جو عمر رسیدہ ہونے کے علاوہ ثقل سماعت کے عارضہ میں مبتلا تھیں۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے پچیس سال کی عمر میں جب شباب کی جولانیاں، ہنگامہ آفرینیاں اور شوخیاں عروج پر ہوتی ہیں اور طبیعت میں لاابالی پن کا عنصر نمایاں ہوتا ہے ایسی خاتون کو اپنی شادی کے لئے منتخب فرمایا جو عمر میں آپ ﷺ سے پندرہ سال بڑی اور دوبار بیوگی کا صدمہ برداشت کر چکی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی اس رفیقہ حیات کے ہوتے ہوئے اس کی زندگی میں کسی دوسری عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور یک زوجگی (Monogamy) پر قناعت کیے رکھا"(10)۔

نبی اکرم ﷺ کی پوری زندگی روز روشن کی طرح واضح ہے۔ آپ ﷺ کی پیدائش سے لے کر انتقال تک کی ہر گھڑی آج بھی ویسے ہی محفوظ ہے جس طرح آج سے تقریباً چودہ سو برس قبل تھی اور آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا کوئی بھی گوشہ ایسا نہیں جو تاریخ کی نظروں سے اوجھل ہو۔ مکی زندگی میں جب کہ کفار مکہ پیغمبر ﷺ کو تکلیف پہنچانے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ ان مشرکین مکہ کی طرف سے پیغمبر اسلام کو عرب کی بادشاہت، مال و دولت کی فراوانی اور زن کا لالچ دیے جانے کے باوجود بھی آپ ﷺ نے ان کی پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ یہاں ایک غیر جانبدار شخص بھی اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اگر آپ ﷺ کی زندگی کا مطمع نظر دنیاوی عیش و آرام اور خواہش پرستی ہوتی تو ان خواہشات کی تکمیل کی خاطر آپ ﷺ اس پیشکش کو فوراً قبول کر لیتے۔ لیکن پیغمبر ﷺ کے انکار سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ پیغمبر ﷺ کی زندگی کا مقصد بادشاہت اور عیش و عشرت کا حصول نہیں بلکہ دادِ عیش و عشرت دینے والے لوگوں کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر اسلام کی روشنی سے آشنا کرانا تھا۔ اگر پیغمبر ﷺ کی جدوجہد کا مقصد نفسانی خواہشات کے حصول تک رسائی حاصل کرنا ہوتا تو ابتداء اسلام میں ہی اس پیشکش کو رد کر کے زندگی کو مصیبت میں ڈالنے کے کیا معنی؟ یہ اعتراض تو پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے سب سے بڑے دشمنوں نے بھی نہیں لگایا حالانکہ وہ اسلام کی مخالفت میں نبی اکرم ﷺ پر کاہن، شاعر اور مجنون تک کے الزامات لگانے سے نہ گھبرائے۔ اگر پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ یہ اعتراضات صرف اور صرف تعصب، عناد اور اسلام دشمنی پر مبنی ہیں۔ تعدد ازواج کی مثال انبیاء بنی اسرائیل کے ہاں بھی موجود ہے لیکن ان پر اس قسم کا کوئی اعتراض

نہیں کیا گیا۔ پیغمبر ﷺ پر خواہش پرستی کا الزام لگانے والے حضرت عیسیٰؑ کے تجرد کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ نبی کا عمل اپنی امت کیلئے حقیقی راہنمائی اور کامیابی کا ذریعہ ہوتا ہے اور وقت کے نبی کی سیرت پر عمل کرنے والوں نے ہی ہمیشہ کامیابی وکامرانی پائی ہے۔ لیکن عیسیٰؑ کے تجرد کو بطور دلیل پیش کرنا ایک نہایت ہی مضحکہ خیز بات ہے کیونکہ اگر اس سنت عیسوی پر عمل کیا جاتا تو آج نسل انسانی کا وجود ہی ختم ہو چکا ہوتا۔ اگر نبی اکرم ﷺ کے پیش نظر عیش کوشی ہوتی۔ تو آپ ﷺ کی جوانی کے عالم میں اسکی کوئی ایک آدھ مثال ضرور موجود ہوتی لیکن تاریخ انسانی اسکی ایک مثال بھی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ عیش کوش آدمی اپنے ضمیر کو گروی رکھ کر اپنی بیویوں کی ہر غلط بات مان لیتا ہے لیکن پیغمبر ﷺ باوجود اسلامی ریاست کے بادشاہ ہونے کے اپنی بیویوں کی طرف سے دنیا کی معمولی سی طلب پر ان سے خفا ہو جاتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب آج بھی بطور گواہ موجود ہے۔ دنیا کی معلوم تاریخ میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں گزرا جس کے بارے میں کہا جاسکے کہ اسکی ازدواجی زندگی کا ہر ہر لمحہ محفوظ ہے بلکہ تمام عظیم راہنماؤں کی ازدواجی زندگی کا گوشہ ہمیں پردہ اخفاء میں ملتا ہے لیکن پیغمبر ﷺ کی ازدواجی زندگی بھی ویسے ہی محفوظ ہے جیسا کہ باقی زندگی کا ہر ہر لمحہ۔ عیاش آدمی کبھی بھی اپنی ازدواجی زندگی کو بیان کرنے کا نہیں کہتا لیکن نبی اکرم ﷺ کے فرمان: ''بلغوا عنّی ولوا اٰیة'' کے مصداق آپ ﷺ کی ازدواجی زندگی کا بھی ہر قول، فعل اور تقریر امت کی راہنمائی کے لئے اپنی اصلی حالت میں موجود ہے اور امت اس سے راہنمائی حاصل کر رہی ہے۔ درج بالا تحریر سے واضح ہو جاتا ہے کہ مستشرقین کا مقصد صرف اور صرف پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات مبارکہ پر کیچڑ اچھالنا ہے اور یہ حقیقت بھی منکشف ہو جاتی ہے کہ ان کی جانب سے کئے جانے والے اعتراضات کا حقیقت سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔

موضوع متذکرہ بالا کے حوالہ سے مستشرقین سے چند ایک سوالات ہیں:

1۔ اگر تعدد ازواج غیر فطری عمل ہے اور یہ عمل عیش کوشی میں آتا ہے تو انبیاء بنی اسرائیلؑ جن کے بارہ میں عہد نامہ قدیم میں تعدد ازواج کی کئی مثالیں ملتی ہیں کے بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

2۔ اگر مستشرقین کا مقصد صرف اور صرف مشرقی علوم کے حصول اور ان کی تحقیق کرنا ہے تو اعتراضات صرف اسلامی تعلیمات پر ہی کیوں؟ مستشرقین ہندو مت کے عظیم راہنماؤں کی کثرت ازواج کے معاملہ پر کیوں خاموش ہیں؟

3۔ کوئی بھی اعتراض اگر ہم عصر لوگوں کی طرف سے اٹھایا جائے تو اس کو حقیقت سے قریب سمجھا جاتا ہے لیکن تاریخ شاہد ہے کہ آپ ﷺ کے جانی دشمن بھی آپ ﷺ کے حیادار ہونے کے قائل تھے۔ مستشرقین مستند حوالہ سے آپ ﷺ کے کسی ایک ہم عصر کی طرف سے یہی اعتراض پیش کریں؟

4۔ تجرد عیسیٰؑ کی مثال سے واضح ہوتا ہے کہ عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول تھے۔ اگر عیسیٰؑ اللہ کے بندے تھے تو عقیدہ تثلیث کی حقیقت کیا ہے؟ اور اگر عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے بیٹے تھے تو تجرد کی مثال کیوں؟

مستشرقین کی طرف سے پیغمبر اسلام ﷺ کی ازدواجی زندگی پر کئے جانے والے اعتراضات میں سے ایک اعتراض نبی اکرم ﷺ کی حضرت زینبؓ بنت جحش سے شادی ہے۔ جسے مستشرقین افسانہ محبت قرار دیتے ہیں۔ حضرت زینبؓ بنت جحش، نبی اکرم ﷺ کی سگی پھوپھی زاد تھیں اور انکی پہلی شادی جو حضرت زیدؓ سے ہوئی اس کا بندوبست بھی آپ ﷺ نے ہی فرمایا تھا لیکن جب ان کے درمیان نباہ نہ ہو سکا تو حضرت زیدؓ نے اسے طلاق دے دی۔ جس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت زینبؓ سے نکاح فرمالیا۔

مشہور مستشرق سر ولیم میور (Sir William Muir) اپنی کتاب "The Life of Muhammad" میں یہ اعتراض یوں کرتا ہے:

> "The charms of a second Zeinab were by accident discovered too fully before his admiring gaze. She was the wife of Zeid, his adopted son and bosom friend; but he was unable to smother the flame she had kindled in his breast; and, by divine command, she was taken to his embrace"(11).

(دوسری زینب کی دلکشی اتفاقیہ طور پر ان پر آشکارا ہوئی، وہ اسکے منہ بولے بیٹے اور گہرے دوست زید کی بیوی تھی۔ لیکن وہ اس شعلہ کو نہ بجھا سکا جو وہ (زینب) اس کے سینے میں جلا چکی تھی۔ اور آسمانی حکم سے وہ اس کے حرم میں آگئی)۔

کتاب "Muhammad and Islam" میں ولیم میور اس اعتراض کو قدرے تفصیل سے اور رومانوی انداز میں یوں پیش کرتا ہے:

> "One day to visit the dwelling of his adopted son Zeid, he found him absent. As he knocked, Zeinab, wife of Zeid, started up in confusion to array herself decently for the prophet's reception. But her charms had already through

the half-opened door unveiled themselves too freely before his admiring gaze; and Mahomet, smitten by the sight, exclaimed, "Gracious Lord! Good Heavens! How thou dost turn the hearts of men!" The words, uttered as he turned to go, were overheard by Zeinab, and she, proud of her conquest, was nothing loth to tell her husband of it. Zeid went at once to Mahomet, and offered to divorce his wife for him." Keep thy wife to thyself," he answered, "and fear God." But the words fell from unwilling lips. Zeid was ten years younger than Mahomet, but he was short and ill favoured; and now that Zeinab seemed to court so distinguished an alliance, he probably did not care to keep her any longer as his wife. And so he formally divorced her(12).

(ایک دن وہ اپنے لے پالک بیٹے زید کے گھر گیا اور اس نے اسے وہاں نہ پایا۔ جیسے ہی اس نے دستک دی زید کی بیوی زینب عجلت میں تیار ہوئی کہ باوقار انداز میں پیغمبر کے استقبال میں خود کو پیش کر سکے۔ لیکن اسکی خوبصورتی ادھ کھلے دروازے سے انکی داد دینے والی نظروں میں اپنے آپ کو ظاہر کر چکی تھی۔ اور مسحور ہو کر محمد نے جاتے ہوئے کہا سبحان اللہ، الحمد للہ۔ کیسے تو انسانوں کے دلوں کو تبدیل کر دیتا ہے۔ زینب نے یہ الفاظ سن لیئے۔ اس نے اپنے غلبے پر فخر کرتے ہوئے یہ بات اپنے خاوند کو بتانے میں کوئی عار محسوس نہیں کی۔ زید اسی وقت پیغمبر کے پاس گیا اور اس کے لئے اپنی بیوی کو طلاق دینے کی پیشکش کی۔ "اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور خدا سے ڈرو" اس نے جواب دیا۔ لیکن یہ الفاظ نہ چاہتے ہوئے ادا ہوئے۔ زید پیغمبر (ﷺ) سے دس سال چھوٹا تھا لیکن وہ چھوٹے قد کا تھا اور اسے کوئی حمایت بھی حاصل نہیں تھی۔ اور زینب جس کو ایک ممتاز اتحاد میسر نظر آرہا تھا، اس نے غالبا اس کو اپنی زوجہ کی حیثیت سے رکھنے کی پرواہ نہ کی۔ پس اس نے اس (زینب) کو باضابطہ طور پر طلاق دے دی)۔

ایک سویڈش پادری ٹور انڈرائے (Tor Andrae) اپنی کتاب "Mohammed: The Man and His Faith" میں درج بالا اعتراض کو یوں بیان کیا ہے:

"One day prophet came to Zaid's house as was his frequent custom. Zaid was not at home, but Zainab met him at the door, clad in light garment which the Arab

women used to wear in the house. Mohammed was overcome with amazement at her beauty, and said, half-audibly, as he drew back courteously: "Praised be Allah who changeth the hearts of men!" but Zainab had heard his words, and she repeated them to Zaid. The possibility of being elevated to the position of the wife of the prophet certainly appealed to her proud nature. Her husband was hardly attractive, at least externally. He was small, black skinned and flat-nosed. We can imagine that Zainab told poor Zaid so often about the impression which she had made upon the prophet that he, as the tradition has it, finally felt repulsed by her. So he went to Muhammed and volunteered to divorce Zainab, so that the prophet might marry her. Owing to his fear of public opinion Muhammed did not wish to accept this offer. For Zaid was his adopted son, although only six years younger than Muhammed , and the Arabs regarded an adopted as in every respect equal to a natural son, and thus marriage between a foster father and divorced wife would be looked upon as incest"[13].

(ایک دن محمد (ﷺ) زید کے گھر آئے جیسا کہ وہ اکثر آتے رہتے تھے۔ زید گھر پر نہیں تھا لیکن زینب اسے دروازے پر ملی، وہ عرب رواج کے مطابق عورتوں کے گھر میں پہنے جانے والے باریک لباس میں ملبوس تھی۔ محمد (ﷺ) اسکی خوبصورتی دیکھ کر استعجاب میں آ گئے۔ جب وہ شائستگی سے واپس جانے لگے تو آہستگی سے کہا "حمد وثنا اللہ کے لئے جس نے انسانوں کے قلوب کو بدل دیا ہے" لیکن زینب نے اس کے الفاظ سن لئے تھے اور ان کا تذکرہ زید سے کیا۔ پیغمبر کی بیوی بننے کے بلند مقام کے امکان کو اس کے فخریہ مزاج نے پسند کیا۔ اس کا خاوند ظاہری طور پر بمشکل ہی پرکشش تھا۔ وہ چھوٹے قد کا سیاہ فام اور چپٹی ناک والا تھا۔ ہم تصور کرسکتے ہیں کہ زینب نے غریب زید کے سامنے اس بات کا اتنی بار ذکر کیا کہ انہوں (زینب) نے پیغمبر پر کتنا اثر ڈالا۔ جیسا کہ روایت میں ہے کہ آخر کار زید، زینب کو ناپسند کرنے لگے۔ پس وہ محمد کے پاس گیا اور رضاکارانہ طور پر زینب کو طلاق دینے پر رضامند ہوا، تاکہ پیغمبر اس سے شادی کر لے۔ رائے عامہ کے خوف

سے محمد نے اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ زید اس کا لے پالک بیٹا تھا۔ اگر چہ وہ محمد سے چھ سال چھوٹا تھا اور عرب لے پالک بیٹے کو ہر لحاظ سے حقیقی بیٹے کے برابر سمجھتے تھے۔ اور پس منہ بولے باپ اور طلاق یافتہ بیوی کے درمیان شادی محرم کے ساتھ شادی تصور ہوتی)۔

ایک جرمن مستشرق یہ اعتراض ان الفاظ میں کرتا ہے:

> "Zainab, the wife of Zaid attracted his attention. Zaid, not failing to notice the attention of the prophet, divorced her whereupon Muhamed married her. This marriage was regarded as objectionable for two reasons. Not only was it deemed ungenerous of Muhamed to have accepted such a sacrifice from Zaid, one of his first follower; but it was also contrary to the general practice which condemned the marriage with the wife of an adopted son who was regarded in the light of a natural son and whose wife after divorce the father could not marry"[14].

(زید کی بیوی زینب اسکی توجہ کا مرکز بنی۔ زید پیغمبر کی توجہ کو بھانپنے میں ناکام نہیں ہوا، اسے طلاق دے دی اور اسی طرح محمد نے اس سے شادی کر لی۔ اس شادی پر دو وجوہات کی بناء پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ نا صرف یہ ایک غیر فیاضانہ عمل تھا کہ محمد نے اپنے ایک ابتدائی پیروکار زید کی اس قربانی کو قبول کیا بلکہ یہ عام رواج جو لے پالک بیٹے جس کو حقیقی بیٹے کی مانند تصور کیا جاتا تھا، کی بیوی سے شادی کرنے سے منع کرتا تھا اس کے بھی خلاف تھا اور جس کی زوجہ سے طلاق کے بعد باپ شادی نہیں کر سکتا تھا)۔

ان اعتراضات کے علاوہ Rev. Canon Sell[۱۵] نے اپنی کتاب "The Life of Muhammad" کے آٹھویں باب میں "Some Domestic Affairs" کے عنوان سے بھی حضرت زینبؓ بنت جحش کی نبی اکرم ﷺ سے شادی پر انہی اعتراضات کو دہرایا ہے۔

اسی طرح برطانوی مستشرق منٹگمری واٹ نے بھی اپنی کتاب "Muhammad: Prophet and Statesman" میں اس شادی کو ہدف تنقید بنایا ہے[16]۔

ان اعتراضات کے جواب میں مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی کتاب "اظہار الحق" کے ترجمہ و تشریح بنام "بائبل سے قرآن تک" میں اول اس واقعہ کی پوری تفصیل بیان کی گئی ہے تاکہ مستشرقین کی

طرف سے اس واقعہ پر کئے جانے والے اعتراضات کی حقیقت کو واضح کیا جا سکے۔ جس کا اجمالی خلاصہ کچھ یوں ہے:

حضرت زینبؓ بنت جحش کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا اور حضرت زیدؓ ایک آزاد کردہ غلام تھے۔ نسب اور اعزاز میں تناسب نہ ہونے کی وجہ سے دونوں کے درمیان نباہ مشکل ہو گیا تو حضرت زیدؓ نے زینبؓ کو طلاق دینے کا قصد کیا۔ حضور ﷺ نے حضرت زید کو طلاق دینے سے منع کیا لیکن بالآخر زیدؓ نے طلاق دے دی۔ عدت گزرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حکم شرعی کی تکمیل کے لئے حضرت زینبؓ سے نکاح فرمالیا۔ چونکہ عرب منہ بولے بیٹے کو حقیقی کی طرح سمجھتے تھے اور آپ ﷺ کو عربوں کی طرف سے شدید رد عمل کا اندازہ تھا۔ اس لئے اس قبیح رسم کا خاتمہ بھی آپ ﷺ کے عمل سے ضروری تھا اور شرعی امور کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ تمام شریعتوں میں یکساں ہوں۔ مثلاً عہد نامہ قدیم کے مطابق یوشعؑ کو خدا کا حکم کہ کسی زانیہ سے زنا کی اولاد حاصل کرو (ہوسیع 2:1) اور اشعیاہؑ کو خدا کا حکم کہ تین سال تک عورتوں و مردوں میں برہنہ پھرتے رہو (سیعیاہ 20:30)۔ حضرت سارہ، حضرت ابراہیمؑ کی علاتی بہن تھیں اور یعقوبؑ نے اپنی زوجیت میں دو حقیقی بہنوں کو جمع رکھا اور موسیٰؑ کے والد عمران نے اپنی پھوپھی سے نکاح کیا حالانکہ یہ تینوں قسم کی بیویاں شریعت موسوی وعیسوی و محمدی ﷺ میں حرام ہیں اور ان سے تعلق رکھنا زنا کی طرح ناجائز ہے بالخصوص علاتی بہن اور پھوپھی سے نکاح کرنا''[17]۔

یہ تمام امور عیسائیوں کے نزدیک خدائے پاک و عادل و حکیم کے جاری کردہ بھی ہیں اور ان مقدس پیغمبروں کی شان نبوت کے لائق بھی ہیں اور ان شرمناک افعال میں ان کو کوئی برائی دکھائی نہیں دیتی۔ مگر حضرت زینب کے نکاح کا اپنے شوہر سے باقاعدہ طلاق پانے اور عدت گزارنے کے بعد جائز ہونا نہ خدا کی طرف سے ہو سکتا ہے اور نہ یہ فعل شان نبوت کے لائق ہے۔

پیر کرم شاہ ازہریؒ اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

''اس قسم کی رسموں سے ایک رسم کسی غیر کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنانے کی تھی۔ ایک شخص کسی اجنبی کے بیٹے کو کہہ دیتا کہ تو میرا بیٹا ہے۔ اس کے اس قول سے وہ اس کا بیٹا قرار پاتا اور نسب، میراث، طلاق، شادی اور مصاہرت کے تمام مسائل میں اس کی حیثیت ایک حقیقی بیٹے جیسی ہو جاتی۔ اس

سے معاشرے میں بے شمار مسائل جنم لیتے۔ مستحق لوگ میراث سے محروم رہ جاتے اور غیر مستحق ساری جائیداد کا وارث بن جاتا۔ محرمات کے سلسلہ میں یہ رسم انتہائی تباہ کن نتائج برآمد کر سکتی تھی۔ اس رسم کو ختم کرنا ضروری تھا، لیکن جو شخص صدیوں پرانی رسم کو ختم کرتا، اس پر ہر طرف طعن و تشنیع کی بارش برستی۔ یہ فریضہ اتنا کٹھن تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی ادائیگی کے لئے حضور ﷺ کے کسی خادم کی بجائے خود آپ کو منتخب فرمایا اور آپ کو یہ قدیم رسم توڑنے کا حکم دیا۔ اس رسم کو توڑنے پر ہر طرف سے طعن و تشنیع کے تیر برسے لیکن حضور ﷺ نے ثابت قدمی اور استقلال سے سب کچھ برداشت کیا اور تنقید کرنے والوں کی تنقید کا جواب آپ کے رب کریم نے خود دیا۔ حضرت زینب بنت جحش سے حضور ﷺ کی شادی خاص طور پر اس مقصد کے لئے ہوئی تھی۔ اس شادی کے لئے احکام حضور ﷺ کو بارگاہ خداوندی سے وحی متلو یعنی قرآن حکیم کے ذریعہ سے ملے تھے''(18)۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے اپنی تصنیف ''رحمۃ اللعالمین'' میں اس اعتراض کا جو جواب دیا اس کا خلاصہ یہ ہے:

حضرت زینب، حضور ﷺ کی سگی پھوپھی زاد تھیں۔ آنکھوں کے سامنے پلیں بڑھیں۔ بنت جحش سے نبی اکرم ﷺ کے نکاح کے وقت انکی عمر 36 سال تھی اور اس وقت تک حجاب کا حکم بھی نازل نہیں ہوا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے نہ تو حضرت زینب پوشیدہ زندگی گزار رہی تھیں اور نہ ہی کوئی ایسی بات تھی کہ نبی اکرم ﷺ، حضرت زینب کو یکایک دیکھ کر ان کی طرف مائل ہو گئے۔ پھر 36 سالہ عورت کا حسن اور وہ بھی عرب جیسے گرم ملک کی عورت جہاں عورتوں کا شباب جلد ڈھل جاتا ہے۔ ایسا کیونکر مانا جا سکتا ہے کہ زید (ایک آزاد کردہ غلام) تو اس سے بیزار ہو جائے اور سید الانبیاء، امام الاتقیاء ﷺ اس پر شیفتگی کا اظہار کریں۔ عقل، عادت، تجربہ اور مشاہدہ ایسی واہی باتوں کی تکذیب کے لئے کافی ہیں۔ بنت جحش کے نکاح نے تبنیت کے بت کو توڑا اور تثلیث کے درخت کو کھوکھلا کر دیا اور یہ اتنی بڑی اصلاح ہے کہ مشرکین و اہل کتاب کی درستی اس کے بغیر ممکن ہی نہ تھی(۱۹)۔

عبد القادر جیلانی اس اعتراض کا جواب ایک اور پہلو یعنی قرابت داری اور منافقین مدینہ کے طرز عمل کے حوالہ سے دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"نکاح کا یہ واقعہ ۵ ھ میں پیش آیا۔ اس وقت تک منافقین کا مدینہ میں خاصا زور تھا۔ اسی مہینے میں واقعہ افک پیش آیا۔ جسے منافقین نے بڑے زور و شور کے ساتھ اچھالا۔ اگر واقعہ نکاح میں اختلاف کی کوئی گنجائش ہوتی یا کوئی پہلو اخلاق سے متصادم ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ منافقین اس پر شدید رد عمل ظاہر نہ کرتے۔ لوگوں کو اگر کوئی بات ناگوار گزری تھی تو صرف یہ کہ متبنیٰ کی مطلقہ بیوی سے نکاح نہ ہونا چاہئے تھا کیونکہ ایام جاہلیت میں ایسا نہیں تھا۔ لیکن اس نکاح کا مقصد ہی یہ تھا کہ ایام جاہلیت کے تخیل پر ضرب لگائی جائے اور واضح کیا جائے کہ منہ سے کسی کو بیٹا کہہ دینے سے شریعت کی نظر میں وہ بیٹا نہیں ہو جاتا۔ بیٹا اسی کا ہے جس کے صلب سے وہ پیدا ہوا ہے"[۲۰]۔

محمد تقی مفتی اس اعتراض کے جواب میں یوں رقم طراز ہیں:

"آخری نبی ہونے کے حوالے سے آپ ﷺ کی یہ ذمہ داری تھی کہ آپ دین و شریعت کو ہر طرح سے مکمل کر دیں۔ یہ تکمیل آپ کو علم کے اعتبار سے بھی کرنی تھی اور عمل کے اعتبار سے بھی۔ دین کے نام سے جو غلط تصورات عرب معاشرے میں رائج تھے، انکی اصلاح بھی آپ کی ذمہ داری تھی اور وہ باطل رسوم و رواج، جو عرب کے ہاں اخلاقی اقدار بن چکے تھے، ان کا قلع قمع کرنا بھی آپ ہی کا فرض تھا۔ عربوں کے ہاں دین کے نام پر جو غلط رسوم و رواج اور تصورات پائے جاتے تھے، ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ وہ متبنیٰ (منہ بولے بیٹے) کی بیوہ یا مطلقہ سے نکاح حرام سمجھتے تھے۔ کسی چیز کے بارے میں حلال و حرام کا تصور جب ایک دفعہ قائم ہو جائے تو پھر اس کے خلاف سوچنا بھی مشکل ہو جاتا ہے چنانچہ اس باطل تصور کو توڑنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ نبی اکرم ﷺ کو خود اس نوعیت کا کوئی موقع میسر آئے اور آپ آگے بڑھ کر خود اس رسم کا قلع قمع کر دیں تاکہ اس باطل تصور کی ہمیشہ کے لئے اصلاح ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اس رسم کو عملاً توڑنے کا موقع آپ کو آپ کے متبنیٰ حضرت زید کی مطلقہ زینب بنت جحش سے نکاح کی شکل میں مہیا کر دیا اور آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ ان سے نکاح کریں۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ یہ نکاح کرنے میں متردد تھے، لیکن خدا کے پیش نظر یہ تھا کہ وہ اپنے آخری پیغمبر کے ذریعہ سے ہدایت کو اس کی آخری شکل میں مکمل کر دے"[21]۔

حضرت زینبؓ بنت جحش سے نبی اکرم ﷺ کی شادی بارے مستشرقین اور مفکرین اسلام کی درج بالا تحاریر کے موازنہ سے حقیقت حال کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ اتنا قریبی رشتہ اور پھر پردے کی ممانعت بھی نہیں آئی تھی۔ اس پر مستزاد حضرت زینب اور حضرت زید کی شادی کا بندوبست بھی نبی اکرم ﷺ نے خود کیا۔ اگرچہ حضرت زینبؓ کے بھائی اس رشتے پر رضامند بھی نہ تھے لیکن پیغمبر اسلام ﷺ کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ اگر مستشرقین کی ان کہانیوں میں کوئی صداقت ہوتی تو پیغمبر ﷺ حضرت زید کی بجائے اپنا پیغام نکاح بھیج دیتے۔ درج بالا مباحث سے نتیجہ نکالنا مشکل نہیں کہ ایک طرف حضرت زید سے زینب کی شادی کا مقصد اسلام کی آفاقی تعلیمات کے مطابق انسانوں میں موجود احساس غلامی و کمتری کا خاتمہ تھا تو دوسری جانب حضرت زینبؓ کو طلاق ہو جانے کے بعد ان سے شادی کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول، متبنیٰ کی جاہلانہ رسوم کا خاتمہ اور حضرت زینبؓ کی دلجوئی کرنا تھا۔ مستشرقین کی گھڑی ہوئی کہانیوں میں اکثر مواقع پر یہ ملتا ہے کہ حضور ﷺ کی حضرت زینبؓ پر یکایک نظر پڑی تو آپ ﷺ اس کے حسن و جمال سے متاثر ہوئے۔ حالانکہ حضرت زینبؓ کی پوری زندگی حضور ﷺ کے سامنے گذری۔ مستشرقین ہمیشہ سے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں انتہائی بد دیانتی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ انہوں نے بغیر حوالہ جات دیئے ایسی ایسی کہانیاں گھڑیں کہ ایک غیر جانبدار شخص کے لئے ان کو تسلیم کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ واقعہ مذکورہ میں یہ بات قابل غور ہے کہ حضور ﷺ کی حضرت زینبؓ بنت جحش سے شادی پر اگر کسی کو اعتراض تھا تو وہ یہ کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ ہونے کی وجہ سے نہ کہ آپ ﷺ کے کردار پر اعتراض کیا گیا۔ ہزاروں سال سے موجود اس جاہلانہ رسم کا خاتمہ اتنا آسان کام بھی نہیں تھا اسلئے اس رسم کے خاتمہ کی ذمہ داری بھی آپ ﷺ کے حصہ میں آئی۔ جہاں تک مستشرقین کے اعتراضات کی بات ہے تو جب ان کے آباؤاجداد نے اللہ کی برگزیدہ ہستیوں یعنی انبیاء بنی اسرائیل کو بھی معاف نہیں کیا جن کی شریعتوں پر خود انکا اپنا ایمان تھا۔ تو ایسی قوم سے یہ توقع رکھنا عبس ہے کہ وہ حقائق کو مسخ نہیں کرے گی اور اس نبی کی کردار کشی نہیں کرے گی جس پر وہ ایمان لاتے ہی نہیں۔ انبیاءؑ سے متعلق عشق بازی اور عیاشی کے واقعات گھڑنے میں جتنی مہارت مستشرقین اور انکے اسلاف کو حاصل ہے اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی۔ حضرت زینبؓ سے نکاح کرنے کے معاملہ میں معترض مستشرقین سے مندرجہ ذیل کچھ سوالات ہیں جن کا جواب دینا ضروری ہے:

ا۔ کسی کے حسن سے یکایک اس وقت ہی متاثر ہوا جا سکتا ہے جب اس پر پہلی نظر پڑے۔ کیا حضرت زینبؓ بنت جحش نبی اکرم ﷺ کے لئے انجان تھی اور حضرت زینب کی گذشتہ زندگی آپ ﷺ کی نظر میں نہ تھی؟

۲۔ معترض حضرات اگر متبنٰی کو بھی وہی حقوق دینے کے قائل ہیں جو حقیقی بیٹے کو حاصل ہیں تو کیا یہ حقیقی بیٹے کی حق تلفی نہیں ہوگی؟ مثلاً جائیداد میں متبنٰی کا حصہ حقیقی وارثوں کی محرومی کا سبب نہیں بنے گا۔ جو کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی اور عائلی نظام کے بگاڑ کا باعث ہوگا۔

۳۔ متبنٰی کو اگر حقیقی بیٹے کے حقوق حاصل ہو جائیں تو اس کی اصلی شناخت کا کیا کیا جائے گا؟ مثلاً اسکی قومیت (ذات) اور نسب۔

مستشرقین نبی اکرم ﷺ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے امت کے مردوں کے لئے شادیوں کی جو حد مقرر کی ہے خود اس پر عمل نہیں کیا۔ سر ولیم میور اس پر یوں اعتراض کرتا ہے:

"Once the natural limits of restraints were over passed, Mohammad fell a prey to his strong passion for the sex. In his fifty-sixth year he married Hafsa, and the following year, in two succeeding months, zainab bint khozyma and um salma but his desires were not to be satisfied by the range of a harim already in advance of Arab custom, and more numerous than was permitted to any of his followers; rather, as age advanced they were stimulated to seek for new and varied indulgence"[22].

(فطری حدود و قیود کے خاتمہ سے آزاد ہو جانے پر محمد (ﷺ) اپنی جسمانی خواہشات کے زیر اثر آ گئے۔ انہوں نے 56 سال کی عمر میں (حضرت) حفصہ سے شادی کی اور اس کے اگلے سال متواتر دو مہینوں کے اندر زینب بنت خزیمہ اور ام سلمہ سے شادی کی۔ لیکن ان کی خواہشات ختم نہ ہوئیں حتیٰ کہ انکی ازواج کی تعداد اس وقت کے عرب رواج سے زائد ہو چکی تھی۔ اور اتنی زیادہ کہ جتنی اس کے پیروکاروں کو بھی اجازت نہ تھی۔ عمر بڑھنے کے ساتھ انکی خواہشات ختم ہونے کی بجائے اور بڑھ گئیں)۔

Baker نے اپنی کتاب: "Encyclopedia of Christian Apologetics" میں یہ اعتراض ان الفاظ میں کیا ہے:

"Muhammad received a revelation from God that a man should have no more than four wives at once, yet he had many more"(23).

(خدا کی طرف سے محمد (ﷺ) پر وحی نازل ہوئی کہ ایک آدمی بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں نہیں رکھ سکتا لیکن اس کے باوجود خود اس کی اپنی بیویوں کی تعداد کہیں زیادہ تھی)۔

ایک مستشرق رون روڈز (Ron Rhodes) نے یہ اعتراض ان الفاظ میں کیا ہے:

"Meanwhile, in the ten years following Khadija's death, Muhammad married another 11 women, though the Quran limits the number of wives a man can marry to four"(24)

(خدیجہ کی وفات کے دس سال بعد، محمد (ﷺ) نے گیارہویں شادی کی۔ اگرچہ قرآن ایک آدمی کو چار شادیوں کی اجازت دیتا ہے)۔

"Wolves in sheep clothes" میں یہی اعتراض ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"While the Koran says a man can have up to four wives Muhammad had considerably more. "The question of the number of women with whom Muhammad was sexually involved either as wives, concubines, or devotees was made a point of contention by the Jews in Mohammed's day"(25).

(جبکہ قرآن کہتا ہے کہ ایک آدمی چار تک بیویاں رکھ سکتا ہے لیکن محمد کے پاس اس کے مقابلہ میں زیادہ تھیں۔ "عورتوں کی تعداد پر مبنی سوال جن کے ساتھ محمد کا بحیثیت ازواج، لونڈیوں یا مخلصین کے جسمانی تعلق رہا، کو یہودیوں کی طرف سے محمد کے زمانہ میں نکتہ اعتراض کے طور پر پیش کیا گیا)۔

مستشرقین کے ان اعتراضات پر بحث کرنے سے قبل مسلمان مفکرین کی آراء کا جاننا از حد ضروری ہے۔ جناب عبد القادر جیلانی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

"ان حالات میں بیک وقت چار سے زیادہ نکاحوں کی ممانعت نازل ہوئی۔ طلاق کی رخصت نہ تھی اور چار سے زیادہ نکاح کی ممانعت بھی تھی۔ پس آپ ﷺ نے ان احکامات کی پیروی اس طرح فرمائی کہ ازواج مطہرات میں سے چار کو یعنی حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت ام سلمہ، اور

حضرت زینب کو اختیار فرمایا اور دوسروں سے عملا کنارہ کشی (ارجاء) اختیار کی۔ خود امہات المؤمنین نے اپنے اپنے حقوق مقرب ازواج کو تفویض کر دیئے[26]۔

مستشرقین کی طرف سے کئے گئے مذکورہ بالا اعتراض کے جواب میں پیر کرم شاہ الازہریؒ رقمطراز ہیں:

"تعدد زوجات کی وجہ سے حضور ﷺ کے خلاف جنس پرستی کا الزام لگانے والے سب سے زیادہ زور اس بات پر دیتے ہیں کہ آپ نے اپنی امت کے لئے جو قانون پیش کیا تھا۔ آپ نے خود اس پر عمل نہیں کیا۔ گویا اسلام اگر تعدد زوجات کے سلسلے میں عام امتیوں پر بھی کسی قسم کی کوئی پابندی عائد نہ کرتا اور جو دستور پہلے دنیا میں رائج تھا اسی کو قائم رکھتا تو یقیناً کوئی شخص اسلام کو، اس کام کی وجہ سے، مورد الزام نہ ٹھہراتا، کیونکہ حضور ﷺ سے پہلے جس طرح عام لوگوں میں تعدد ازواج کی رسم عام تھی۔ اسی طرح تاریخ کی بے شمار عظیم شخصیات نے بھی اس رسم پر عمل کیا تھا لیکن کسی نے ان شخصیات کو اس وجہ سے ان الزامات کا نشانہ بنایا تھا جن الزامات کا نشانہ حضور ﷺ کو بنایا گیا۔ دنیا کے تمام مذاہب میں تعدد ازواج کا رواج تھا۔ ان مذاہب کی نظروں میں محترم ہستیاں خود اس پر کاربند تھیں اور اس کی وجہ سے ان کے تقدس میں کوئی فرق نہیں آتا تھا"[27]۔

محمد رفیع مفتی اپنی کتاب "رسول اللہ کے نکاح" میں لکھتے ہیں۔

"جس ماحول میں آپ کو اپنا مشن پایہ تکمیل کو پہچانا تھا اور جس صورت حال سے آپ کو سابقہ پیش آنے والا تھا، وہ سب اس کے متقاضی تھے کہ آپ کے لئے چند دوسرے معاملات (مثلاً تہجد کی نماز آپ پر فرض تھی، صدقہ آپ اور آپ کے خاندان کے لئے حرام تھا۔ آپ کی میراث آپ کے ورثاء میں تقسیم نہیں ہو سکتی تھی۔ آپ کی بیویاں امت کی مائیں ہیں، لہذا آپ کی وفات کے بعد ان سے نکاح حرام تھا۔ یہ سب باتیں حضور ﷺ کے ساتھ خاص تھیں) کی طرح، نکاح کے معاملے میں خصوصی قانون نازل ہو تاکہ آپ اپنا مشن زیادہ خوبی سے انجام دے سکیں"[۲۸]۔

مسلم مفکرین کی آراء کے ساتھ ساتھ غیر مسلم خصوصاً مستشرقین بھی کبھی کبھی حقیقت سے پردہ اٹھا دیتے ہیں۔ "History of Islamic People" کا مصنف لکھتا ہے:

"The Quran limits the number of legitimate wives to four but Muhamet was to be an exception to the rule"[29].

(قرآن مجید جائز بیویوں کی تعداد کو چار تک محدود کرتا ہے۔ لیکن محمد اس قانون سے مستثنیٰ تھے)۔

آپ ﷺ کی تعلیمات دائمی ہیں اور ان تعلیمات کو قیامت تک کے لئے قابل عمل رہنا ہے۔ امت کے لئے آپ ﷺ کا عمل ایک حجت کی حیثیت رکھتا ہے اور آپ ﷺ کے عمل کو نص قطعی کا درجہ حاصل ہے۔ لیکن بعض امور کی اہمیت زیادہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ سے بدرجہ اتم عمل کرایا تاکہ ان امور کی اہمیت کو مکمل طور پر واضح کیا جاسکے اور آپ ﷺ کا وہ عمل امت کے لئے ایک ایسا نمونہ ہو جس کی نظیر کہیں اور نہ ملے۔ چونکہ اسلام میں عائلی زندگی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اسلئے اسلامی تعلیمات میں اس کا بہتر نمونہ موجود ہونا بھی ضروری تھا۔ نبی اکرم ﷺ عمل کے لحاظ سے جامعیت اور کاملیت کے ہر پیمانے پر پورا اترتے ہیں۔ مثلاً تہجد کی نماز آپ ﷺ پر فرض تھی جبکہ عام مسلمانوں کیلئے یہ نماز فرض نہیں ہے۔ صدقہ آپ ﷺ اور آپکے خاندان کے لئے حرام تھا جبکہ عام مسلمان صدقہ کا مال کھا سکتے ہیں۔ آپ ﷺ کی میراث آپ کے ورثاء میں تقسیم نہیں ہوسکتی تھی لیکن عام مسلمانوں کیلئے میراث کا ایک پورا نصاب موجود ہے۔ آپ ﷺ کی بیویاں امت کی مائیں ہیں لہذا آپ کی وفات کے بعد ان سے نکاح حرام تھا جبکہ عام مسلمانوں کے لئے یہ حکم ایسا نہیں۔ یہ سب باتیں حضور ﷺ کے ساتھ خاص تھیں۔ اسی طرح نکاح کے معاملہ میں بھی آپ ﷺ جامع العمل تھے۔ تاکہ امت کے سامنے آپ ﷺ کے حسن سلوک، مابین ازواج انصاف اور عائلی زندگی کا مکمل نمونہ موجود ہو۔ آپ ﷺ کی تعلیمات دائمی ہیں اور ان تعلیمات کو قیامت تک کے لئے قابل عمل رہنا ہے۔ چار سے زیادہ شادیاں امت کی بہتر راہنمائی، علوئے مرتبت برائے بیوگان اور مصالح دینی کی خاطر کی گئیں۔

بحث بالا سے نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مستشرقین کا مقصد صرف اور صرف دشمنی ہے۔ اپنے مقاصد کے حصول کی خاطر اسلامی تاریخ کو مسخ کر کے پیش کرنا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ نبی پاک ﷺ کی ذات پر الزامات اپنے مخصوص مقاصد کے حصول کی خاطر کئے جاتے ہیں اور ان الزامات کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ مستشرقین ہمیشہ اعتراض گھڑتے رہتے ہیں۔ بالا اعتراض کے حوالہ سے مستشرقین سے درج ذیل سوالات ہیں:

1۔ اگر آپ ﷺ کی شادیوں کا مقصد نفسانی خواہشات کی تکمیل ہوتی تو آپ ﷺ نے مواقع ملنے کے باوجود اپنے لئے صرف کنواری عورتوں کو پسند کیوں نہیں کیا؟

2۔ اگر نبی اکرم ﷺ خواہش پرست ہوتے تو اپنی پہلی اور دوسری شادی آپ ﷺ نے معمر خواتین سے کیوں کیں؟

مستشرقین کا ایک بڑا اعتراض یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کمسن تھیں اور وہ ابھی سن بلوغت کو نہ پہنچی تھیں کہ ان کی رخصتی کردی گئی۔ چنانچہ "Life of Muhammad" کا مصنف یوں اعتراض کرتا ہے:

"Shortly after the death of Khadija, he married again; but it was not till the mature age of fifty-four that he made the dangerous trial of polygamy, by taking 'A'isha, yet a child, as the rival of Sauda"[30].

(حضرت خدیجہ کی وفات کے تھوڑے عرصے بعد انہوں نے دوبارہ شادی کر لی لیکن ۵۴ سال کی پختہ عمر ہونے کے باوجود انہوں نے کثرت ازدواج کا خطرناک تجربہ کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ کو حضرت سوداؓ کا حریف بنا کر ان سے شادی کر لی حالانکہ وہ اس وقت بچی تھیں)

David Samuel Margoliouth یہی اعتراض یوں کرتا ہے:

"By engaging himself to infant daughter of Abu Bakr, Ayeshah, of whom more will be heard"[31].

(جب اس نے اپنے آپ کو ابو بکر کی کمسن (شیر خوار) بیٹی سے منسوب کیا۔ جس کے بارے میں زیادہ سنا جائیگا)۔

پروفیسر نابیہ ایبٹ (Professor Nabia Abbott) لکھتی ہے:

"In no version is there any comment made on the disparity of the ages between Mohammed and Aishah or on the tender age of the bride who, at the most, could not have been over ten years old and who was still much enamored with her play... The playful child become the wife of the aging prophet of Allah"[32].

(محمد اور عائشہ کی عمروں کے درمیان فرق پر کہیں بھی کوئی تبصرہ نہیں کیا گیا یا دلہن کی نوخیزی پر جو کہ اس وقت دس سال سے زیادہ عمر کی نہیں ہو سکتی اور جو کہ ہر وقت اپنی کھیل میں ہی مصروف رہتی... کھیل کود کی عمر کی بچی معمر پیغمبر کی بیوی بن گئی)۔

کتاب "Muhammad and Islam" میں یہی اعتراض ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"On the present occasion he humoured the juvenile tastes of his bride, at the time a child not more than ten or eleven years of age"[33].

اسلامی تاریخ میں حضرت عائشہؓ کی نبی اکرم ﷺ سے شادی کی عمر میں اختلاف ہے۔ آپؓ کی عمر کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ اگر بوقت رخصتی حضرت عائشہ کی عمر 15 یا 19 سال تھی تو اس عمر پر اعتراض کرنا ہی سرے سے غلط ہے کیونکہ یہ بچگانہ عمر نہیں بلکہ شادی کیلئے انتہائی موزوں اور مناسب ہے اور حضرت عائشہؓ کی اس عمر کے بارے امام ذہبی، عبدالرحمٰن بن ابی زناد کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

"قال عبدالرحمٰن بن ابی الذناد: كانت أسماء أكبر من عائشة بعشر"(34).

(عبدالرحمٰن بن ابی الزناد فرماتے ہیں کہ حضرت اسماء، حضرت عائشہ سے 10 سال بڑی تھیں)

مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت اسماءؓ کی حضرت زبیرؓ سے نکاح کے وقت عمر 25 سال جبکہ ہجرت مدینہ کے وقت انکی عمر 27 سال تھی۔ اور امام ذہبی کے درج بالا حوالہ کے مطابق وہ حضرت عائشہؓ سے 10 سال بڑی تھیں تو اس طرح بوقت رخصتی حضرت عائشہؓ کی عمر 17 سال تک بنتی ہے۔

مولانا حبیب اللہ کاندھلوی اپنی تصنیف "تحقیق عمر عائشہ" میں لکھتے ہیں:

"ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ نے صحابہؓ کی مرویات پر تنقید فرمائی اور فرمایا: "میں یہ تو نہیں کہتی کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں لیکن کان سننے میں غلطی کر جاتے ہیں" بخاری و مسلم میں اس قسم کی متعدد تنقیدات موجود ہیں۔ اس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ بعض اوقات راوی انتہائی معتبر ہوتا ہے لیکن اس کی بیان کردہ روایت تب بھی غلط ہوتی ہے۔ کبھی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ راوی نے ادھوری بات سنی ہوتی ہے۔ کبھی راوی مفہوم غلط سمجھ بیٹھتا ہے، کبھی اس سے بھول واقع ہوتی ہے۔ ہم بھی بقول ام المؤمنین یہ کہتے ہیں کہ: راوی سے سننے میں غلطی ہوئی۔ جملہ بولا گیا تھا: تسع عشر (انیس) راوی نے صرف تسع (نو) کا لفظ سنا اور اس طرح اس داستان نے جنم لیا"(۳۵)۔

اپنی اسی تصنیف میں مولانا موصوفؒ نے حضرت عائشہؓ کی کم عمری کے بارے میں پائے جانے والے تاثر کے خلاف بوقت رخصتی ان کی بلوغت جسمانی و عقلی کو ثابت کرنے کے لئے ۲۰ دلیلیں پیش کی ہیں۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ کی عمر بوقت نکاح و رخصتی پر قاضی عبدالدائم نے اپنی تصنیف "سید الوریٰ" جلد ۳، صفحہ ۳۸۱ سے ۴۰۵ تک میں اپنی تحقیق پیش کی ہے۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"علامہ ابن کثیرؒ حضرت عبداللہ ابن زبیر کے حالات بیان کرتے ہوئے ان کی والدہ حضرت اسماء کے بارے میں لکھتے ہیں:

وهي أكبر من أختها عائشة بعشر سنين...وبلغت من العمر مائة سنة..وماتت سنة ثلٰث وسبعين

(وہ اپنی بہن عائشہ سے دس سال بڑی ہیں۔ انہوں نے سو سال عمر پائی اور تہتر ہجری میں فوت ہوئیں)۔

سو سے تہتر نکال دیں تو ستائیس باقی بچتے ہیں۔ گویا حضرت اسماءؓ ہجرت سے پہلے ستائیس سال کی ہو چکی تھیں اور وہ اپنی بہن حضرت عائشہؓ سے دس سال بڑی تھیں تو لازماً ماننا پڑے گا کہ حضرت عائشہؓ ہجرت سے پہلے سترہ سال کی ہو گئیں تھیں۔ اٹھارویں سال میں ہجرت کر کے مدینہ چلی گئیں اور اٹھارہ یا انیس سال کی عمر میں انکی رخصتی عمل میں آئی''(۳۶)۔

اگر دشمن کی رائے حق میں آجائے تو اس سے بہتر اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ مشہور مستشرق اور ہسٹری آف اسلامک پیپل کے مصنف بھی بوقت رخصتی حضرت عائشہؓ کی عمر پندرہ سال بتاتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے:

He married Ayesha when she was scarcely fifteen(37).

(اس نے عائشہ سے شادی کی جبکہ وہ بمشکل پندرہ سال کی تھی)

ان حوالہ جات کے علاوہ اگر ان روایات کو درست مان لیا جائے جن میں بوقت رخصتی حضرت عائشہؓ کی عمر ۹ سال بتائی گئی ہے تو اس عمر میں تزویج کی کئی ایک مثالیں اسلامی تاریخ میں ملتی ہیں:

''تاریخ دمشق'' میں حضرت معاویہؓ کا اپنی بیٹی کی شادی نو سال کی عمر میں کرنے کا ذکر ملتا ہے:

"زوج معاوية بن أبي سفيان إبنته هندا من عبد الله بن عامر بن كريز، وبنى له قصرا إلىٰ جانب قصره، وجعل بينهما بابا وأدخلت عليه وهي بنت تسع سنين"(38).

مستند اسلامی تاریخ کے نام سے بنائے گئے انٹرنیٹ بلاگ پر ''عمر عائشہ رضی اللہ عنہا پر مستشرقین کے اعتراضات کا جواب'' کے عنوان سے لکھے گئے مضمون میں اسلامی اور موجودہ تاریخ سے کئی ایک حوالہ جات پیش کئے گئے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نو سے بارہ سال کی عمر بھی سن بلوغت کی عمر ہو سکتی ہے اور اس عمر میں کئی عورتوں نے بچوں کو بھی جنم دیا ہے(39)۔

احادیث مبارکہ کی کتب میں حضرت ہشام بن عروہ سے جو روایات عمر عائشہؓ سے متعلق منقول ہیں ان پر آئمہ جرح و تعدیل نے کلام فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ میں یہ بھی موجود ہے کہ حضرت عائشہؓ، نبی اکرم ﷺ سے قبل جبیر بن مطعم بن عدی سے منسوب تھیں اور ہجرت سے قبل حضرت ابو بکرؓ اپنی بیٹی کی رخصتی کے بارے میں فکر مند تھے۔ اسی سلسلہ میں وہ عدی کے گھر گئے تاکہ بیٹی کی رخصتی کا بندوبست کریں۔ مطعم بن عدی کی بیوی نے اپنے شوہر اور بیٹے جبیر کی موجودگی میں یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ: ''آپکی بیٹی ہمارے

بیٹے کو بھی بد دین کر دے گی اسلئے ہم آپ سے یہ رشتہ ختم کرتے ہیں"۔ اگر ہجرت کے بعد حضرت عائشہؓ کمسن تھیں تو ہجرت سے قبل ان کے والد جبیر بن مطعم بن عدی سے کس طرح اپنی بیٹی کی رخصتی کرنا چاہتے تھے؟ کون والد اپنی بیٹی کو اس عمر میں بیاہ سکتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ اسلامی تاریخ میں کہیں بھی یہ موجود نہیں کہ بوقت رخصتی حضرت عائشہؓ نابالغہ تھیں۔ اس طرح کی کمزور اور درایت کے اصولوں پر پورا نہ اترنے والی روایات سے مقاصد کا حصول مستشرقین کی روز اول سے خصوصیت رہی ہے۔ روایات میں حضرت عائشہؓ کا اسلام کے ابتدائی دور میں ایمان لانا بھی ملتا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ بعثت نبی کریم ﷺ کے ابتدائی دور میں بھی اتنی عمر کی تھیں کہ وہ اسلام اور کفر کے درمیان تمیز کر سکتی تھیں۔ عمر عائشہؓ سے متعلق دونوں روایات کا اگر موازنہ کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ عمر عائشہؓ پر اعتراض آپ ﷺ پر صرف تنقیدات کا نمبر شمار بڑھانے کی غرض سے کیا جاتا ہے نا کہ یہاں اعتراض کرنے کی کوئی گنجائش نکلتی ہے

مستشرقین نبی اکرم ﷺ کی حضرت خدیجہؓ سے شادی کو دولت کی غرض قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق حضور ﷺ کا تعلق ایک غریب خاندان سے تھا اور یتیم ہونے کی وجہ سے مفلسی کی زندگی گزار رہے تھے۔ اس صورت حال سے چھٹکارا حاصل کرنے کی غرض سے نبی اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہؓ جو کہ ایک مالدار خاتون تھیں، سے شادی کر لی اور اس طرح انہیں مالی معاونت حاصل ہوئی۔ اسی بارے میں میکسم روڈنسن اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتا ہے:

> "Muhammad married Khadija to escape poverty and ensure a prosperous future"(40).

(محمد نے خدیجہ سے شادی غربت سے نجات اور اپنے خوشحال مستقبل کو یقینی بنانے کی خاطر کی)۔

یہ اعتراض منٹگمری واٹ نے بھی کیا ہے وہ لکھتا ہے:

> "All Muhammad's own marriages can be seen to have a tendency to promote friendly relations in the political sphere. Khadijah brought him wealth and the beginnings of influence in Meccan politics"(41).

(محمد (ﷺ) کی تمام شادیاں سیاسی حلقوں میں دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کا رجحان رکھتی ہیں۔ خدیجہ ان کے لئے دولت اور مکہ کی سیاست میں اثر و رسوخ کا سبب بنی)۔

درج بالا الزامات تاریخ سے منہ چھپانے کے مترادف ہیں۔ تاریخی حقائق کو مسخ کر کے پیش کرنا

مستشرقین کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ یہ اعتراض بھی حقائق سے دور اور پیغمبر اسلام سے دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ تاریخ تو عیش و عشرت اور دولت سے اتنے بے نیاز آدمی کا حوالہ پیش کرنے سے قاصر ہے جتنا کہ پیغمبر اسلام ﷺ مال و دولت سے بے نیاز تھے۔مال و دولت کا پجاری اس کے حصول کیلئے ہر جائز و ناجائز طریقہ اختیار کرتا ہے۔ جبکہ پیغمبر اسلام ﷺ نے تو مال و دولت کمانے کے ناجائز طریقوں کو بھی حرام قرار دیا۔ پیغمبر ﷺ کو دولت کا خواہشمند باور کرانے کا مقصد تاریخی حقائق کو جھٹلانے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ حقائق تو یہ ہیں کہ اس شادی کا پیغام خود حضرت خدیجہؓ نے بھیجا۔ انہوں جب اپنے غلام میسرہ سے نبی اکرم ﷺ کی ایمانداری اور سچائی کے واقعات سنے تو وہ اس سے بہت متاثر ہوئیں اور پیغام نکاح بھیج دیا۔ حالانکہ اس سے قبل حضرت خدیجہؓ کئی اشراف عرب کا پیغام نکاح رد کر چکی تھیں۔اس تاریخی حقیقت کو جھٹلانا ممکن نہیں اور اس حقیقت کا اعتراف تو خود دشمن بھی ان الفاظ میں کرتا ہے:

> "At twenty-five, Muhammad married a wealthy forty-year-old widow, Khadijah, after she proposed to him"(42).

(۲۵ سال کی عمر میں محمد (ﷺ) نے چالیس سالہ خدیجہ سے شادی کی۔ جنہوں (خدیجہؓ) نے خود رشتہ بھیجا)۔

اسلام دشمنی میں معروف جان ایل ایسپوزیٹو (John.L. Esposito) اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے:

> "No great religious leader has been so maligned as Muhammad Attacked in the past as a heretic, an imposter or a sensualist. It is still possible to find him referred to as "the false prophet." A modem German writer accuses Muhammad of sensuality, surrounding himself with young women. This man was not married until he was twenty-five years of age, then he and his wife lived in happiness and fidelity for twenty-four years, until her death when he was forty-nine. Only between the age of fifty and his death at sixty-two did Muhammad take other wives, only one of whom was a virgin, and most of them were taken for dynastic and political reasons. Certainly the Prophet's

record was better than that head of the Church of England, Henry VIII"[43].

(کسی بھی عظیم مذہبی راہنما پر اتنی تنقید نہیں کی گئی جتنی کہ محمد (ﷺ) پر۔ ماضی میں ان پر کبھی تو بدعتی، کبھی بہروپیا اور کبھی ہوس پرست ہونے کے الزامات لگائے گئے۔ ابھی بھی ممکن ہے کہ ان کے متعلق (نعوذ باللہ) جھوٹے نبی ہونے کا الزام لگایا گیا۔ ایک جدید دور کے جرمن مصنف نے محمد پر حوس پرست ہونے کا الزام لگایا کہ وہ اپنے گرد جوان عورتوں کا ہجوم رکھتے تھے۔ اس آدمی نے اس وقت تک شادی نہیں کی جب تک وہ 25 سال کا ہو گیا۔ پھر وہ اور اسکی بیوی 24 سال تک خوشی اور دیانتداری سے رہے۔ اس (خدیجہ) کی وفات تک انکی عمر 49 سال تھی۔ صرف 50 اور 62 سال اسکی وفات تک کی عمر میں محمد نے دوسری شادیاں کیں۔ ان تمام میں سے صرف ایک کنواری تھی۔ ان شادیوں میں سے اکثر اشراف سے رشتہ داریاں قائم کرنے اور سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے تھیں۔ یقینی طور پر پیغمبر (ﷺ) کا احوال (تاریخ) بنسبت انگلینڈ کے گرجے کے سربراہ ہنری ہشتم سے بہتر تھے)۔

درج بالا بحث سے نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ یہ اعتراض بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو پہلے گذر چکے ہیں۔ مستشرقین کے اعتراضات اور الزامات کا مقصد صرف اور صرف اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات کو ہدف تنقید بنانا ہے۔ اس کے لئے نہ تو وہ تاریخ کو مسخ کرنے سے گھبراتے ہیں اور نہ ہی حقائق کو جھٹلانے میں شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔ مستشرقین کے تضادات کی یہ ایک کھلی مثال ہے کہ انکی اپنی تحریروں میں یکسانیت نہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے تو بادشاہت میں بھی فقر کو ترجیح دی۔ آپ ﷺ کے ہاں جتنا بھی مال آتا اسے غرباء میں بانٹ دیتے۔ رحلت کے وقت نبی اکرم ﷺ کے کل ترکہ کا حوالہ تو مستشرقین کہیں نہیں دیتے کیونکہ اس سے ان کے مقاصد پر زد پڑتی ہے۔ اگر حضرت خدیجہ سے شادی کا مقصد دولت کا حصول ہوتا تو پیغمبر اسلام ﷺ اپنی ذاتی زندگی میں فقر و فاقہ کو ترجیح کیوں دی؟ اعتراض متذکرہ بالا کے حوالہ سے مستشرقین سے چند ایک سوالات ہیں۔

۱۔ اگر آپ ﷺ کا مقصد سہولیات زندگی حاصل کرنا تھا تو آپ ﷺ نے اس زمانہ کے بادشاہوں کا طرز عمل اختیار کیوں نہیں کیا۔ جبکہ صحابہ کرامؓ بھی آپ ﷺ کو اس کی پیش کش کر چکے تھے؟

۲۔ آپ ﷺ نے فتوحات کے زمانہ میں جائیداد اور مال وزر کو اکھٹا کیوں نہیں کیا؟

۳۔ تاریخ شاہد ہے کہ مال وزر کے شوقین لوگوں نے ہمیشہ ناجائز طریقوں سے دولت کمانے کو رواج دیا۔ اگر آپ ﷺ ایسے تھے تو آپ نے ناجائز ذرائع سے دولت کے حصول کو حرام قرار کیوں دیا؟

حواشی و حوالہ جات

1- شبلی نعمانی، مولانا، سیرت النبی ﷺ، مکتبہ مدینہ 17 اردو بازار، لاہور، صفر المظفر 1408ھ، 1/ 71-

2- John L. Esposito, Islam the straight path, , Revised 3rd Edition, Oxford University Press New York, 2005, p. 277.

3- Sir Willium Muir, Mahomet and Islam, , New and Revised edition, The Religious tract society, 56 Paternoster Row, 65 St. Paul's Churchyard 1887, p. 140.

4- Dr. Weil's Geschichte, der Islamitischen Volker, translated from the German by S. Khuda Bukhsh A History of the Islamic Peoples, the University of Culcatta 1914, p.17.

5- W. Montgomery Watt, Muhammad at Medina, , Oxford at the Clarendon Press, 1956, p. 277

6- Maxim Rodinson, Muhammad: Prophet of Islam,Tauris Parke Paperbacks, London. New Yark, p. 279.

7- منصور پوری، قاضی محمد سلیمان، رحمۃ اللعالمین، تخریج و تعلیق: میاں طاہر، مرکز الحرمین الاسلامی میں ستیانہ روڈ، فیصل آباد، پاکستان، ص: 378 تا 381-

8- جیلانی، ڈاکٹر عبدالقادر، اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر، مرتبہ: آصف اکبر، قدوسیہ اسلامک پریس لاہور، 2005ء، ص: 337 تا 345-

9- ازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ، ضیاء القرآن پبلیکیشنز گنج بخش روڈ، لاہور، 1418ھ، 7/470 تا 473-

10- قادری، ڈاکٹر محمد طاہر، سیرت سیدہ عائشہ صدیقہ، ترتیب و تحقیق: ضیاء نیر۔ محمد نعیم انور نعمانی، منہاج القرآن پبلیکیشنز 365/ ایم ماڈل ٹاؤن لاہور، اشاعت دوم، 1995ء، ص: 14-

11- Sir Willium Muir, The Life of Mohammad, A new and revised edition by T.H Weir, Edinburgh: John Grant 31 George IV. Bridge, 1923,p.515.

12- Sir Willium Muir, Mahomet and Islam, New and Revised edition, The Religious tract society, 56 Paternoster Row, 65 St. Paul's Churchyard, 1887, p. 140

13- Tor Andre, Muhammed: The Man and His Faith, Revised 1955 edition, Dover publications, Inc., 31 East 2nd street, Mineola, N.Y. 11501, p.153.

14- Dr.Weil's Geschichte, der Islamitischen Volker, translated from German by S. Khuda Bukhsh, A History of the Islamic People, the University of Culcatta, 1914, p. 18.

15- Rev. Canon Sell, The Life of Muhammad, The Christian Literature Society London, Madras and Colombo, 1913, p. 152.

16- W. Montgomery Watt, Muhammad: Prophet and Statesman, p.156.

17- کیرانوی، مولانا رحمت اللہ، اظہار الحق کا ترجمہ بائبل سے قرآن تک، ترجمہ: مولانا اکبر علی، شرح و تحقیق: محمد تقی عثمانی، مکتبہ دار العلوم کراچی نمبر14، 2002ء، 3/539 - 570۔

18- ضیاء النبی ﷺ، ۷/۴۸۳۔

19- رحمت اللعالمین، ص: 384 - 419۔

20- اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر، ص: ۳۴۸۔

21- مفتی، محمد رفیع، رسول اللہ ﷺ کے نکاح، المورد پبلیشر، جولائی 1998ء، ص: ۲۰۔

22- The Life of Mohammad, p.515.

23- Norman L.Geisler, Baker Encyclopedia Of Christian Apologetics, Baker Books a division of Baker Book House Company P.O. Box 6287, Grand Rapids, MI 49516-62 (Article on Muhammad, Character of. Page 129), 1999.

24- Ron Rhodes, The Ten Things You Need To Know About Islam, Harvest House Publisher Eugene, Oregon, p.41.

25- Wolves in sheep clothes, p.16

26- جیلانی، ڈاکٹر عبد القادر، اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر، مرتبہ آصف اکبر، بیت الحکمت لاہور، مطبع: قدوسیہ اسلامک پریس لاہور، 2005ء، ص:347۔

27- ضیاء النبی ﷺ، ۷/۴۶۹۔

28- مفتی، محمد رفیع، رسول اللہ ﷺ کے نکاح، المورد پبلیشر، جولائی 1998، ص: 20۔

29- der Islamitischen Volker, translated from the German by S. Khuda Bukhsh: A History of the Islamic People, 1914, p. 17

30- The Life of Mohammad, p. 515.

31- D.S. Margoliouth, Muhammed and The Rise of Islam, 3rd Edition, Heroes of the nations edited by H.W. Carles Davis, the Knickerbocher Press, New Yark, p. 76.

32- Nabia Abbot, Aishah the beloved of Mohammed, The oriental Institute, The University of Chicago, 1942, pp. 6,7.

33- Mahomet and Islam, p. 81.

34- ذہبی، امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، سیر أعلام النبلاء، مؤسسۃ الرسالۃ، الرسالۃ پبلشنگ ہاؤس بیروت لبنان، 1996ء، ۲/۲۸۹۔

35- کاندھلوی، مولانا حبیب الرحمان صدیقی، تحقیق عمر عائشہ، الرحمان پبلشنگ ٹرسٹ، ناظم آباد نمبر ا، کراچی، ص: ۸۔

36- قاضی، عبد الدائم، سید الوریٰ، علم و عرفان پبلشر الحمد مارکیٹ، ۴۰۔ اردو بازار لاہور، ۲۰۱۲ء، ۴۰۲/۳۔

37- Dr. Weil's Geschichte, der Islamitischen Volker, translated from German by S. KhudaBukhsh , A History of the Islamic People, the University of Culcatta, 1914, p.18.

38- ابن عساکر، حافظ ابی القاسم علی بن حسن، تاریخ مدینۃ دمشق، دار لفکر بیروت لبنان، ۷۰/۱۸۸۔

39- http://islamichistory02.blogspot.com/2015/03/blog-post_97.html

40- Maxim Rodinson, Muhammad: Prophet of Islam, Tauris Parke Paperbacks, London. New Yark, p. 78.

41- W. Montgomery Watt, Muhammad at Medina, Oxford at the Clarendon Press, 1956, p. 278.

42- Wolves in Sheep Clothes, p. 16.

43- John L. Esposito, Islam the straight path, Revised 3rd Edition, Oxford University Press New York, 2005, p. 16.